اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ وَ اَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی ○ (النجم: 39-40)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

انسان کا مقصد زندگی:۔

انسان درخت نہیں کہ کھڑا رہے اور پتھر نہیں کہ پڑا رہے یہ تو اشرف المخلوقات ہے اسے چاہئے کہ یادِ الٰہی میں لگا رہے۔ مقصد زندگی اللہ رب العزت کی بندگی اور مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔ یہ اتنی وسیع و عریض کائنات جو ہمارے سامنے پھیلی ہوئی نظر آتی ہے یہ سب انسان کے لئے بنائی گئی ہے جبکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے　　جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے

کائنات کس لئے ہے؟

یہ آسمان کی پنہائیاں، یہ زمین کی رعنائیاں، یہ سمندر کی گہرائیاں، یہ فلک پہ چمکتے ہوئے ستارے، یہ پہاڑ، یہ مرغزار، یہ ہوائیں اور یہ فضائیں سب کی سب انسان کے لئے ہیں، انکو پیدا کرنے والا کتنا عظیم اور کتنا بلند ہے کہ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کے لئے اتنی بڑی کائنات پیدا کردی۔

کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے　　چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
بحر و بر شمس و قمر ماہ و شا کے واسطے　　یہ جہاں تیرے لئے ہے تو خدا کے واسطے

زندگی کے راستے:۔

انسان اس دنیا میں دوطرح سے زندگی گزار سکتا ہے۔ ایک من چاہی زندگی اور دوسری رب چاہی

زندگی۔ اب ہم نے ان دونوں باتوں کا تجزیہ کرنا ہے کہ ان دونوں میں سے بہتر راستہ کونسا ہے۔ ایک ہے اپنی مرضی کی زندگی گزارنا دوسرا ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کی زندگی گزارنا۔ انسان جب اپنی مرضی کی زندگی گزارتا ہے تو گویا اپنی سوچ کے مطابق گزارتا ہے انسان کی سوچ کے کچھ راستے ہیں۔ مثلاً انسان آنکھ سے دیکھتا ہے، کان سے سنتا ہے، زبان سے بولتا ہے۔ ان اعضاء کے ساتھ انسان گویا معلومات اکٹھی کرتا ہے یا دوسرے الفاظ میں علم حاصل کرتا ہے پھر اس علم پر انسان اپنی زندگی کی بنیاد اٹھاتا ہے۔

انسان کا دیکھنا ناقص ہے:۔

وہ راستے جہاں سے انسان علم حاصل کر رہا ہے ان پر اگر غور کریں تو ناقص نظر آئیں گے۔ مثال کے طور پر انسان کا دیکھنا ناقص ہے۔ ہر چیز کو نہیں دیکھ سکتا اگر روشنی میں دیکھ سکتا ہے تو اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتا، حالانکہ بلی اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی ہے۔ پھر ہم ایک خاص حد تک دیکھتے ہیں اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکتے۔ جبکہ پرندے مثلاً عقاب کئی کئی فرلانگ کے فاصلے سے دیکھ سکتے ہیں۔ اس ہوا کے اندر جو ہمارے سامنے ہے اربوں اور کھربوں چھوٹے چھوٹے ذرات اور جراثیم ہیں مگر ہمیں نظر نہیں آتے اگر ہمیں نظر آتے تو شاید ہمارا جینا محال ہو جاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک خاص حد کے اندر دیکھنے کی توفیق عطا فرمائی اس سے اوپر نیچے نہیں دیکھ سکتے۔ یہی ہمارے لئے بہتر تھا، ورنہ جب ہم سانس لیتے ہیں تو اس ہوا کے اندر اربوں کھربوں جراثیم ہوتے ہیں، ہم انہیں نہیں دیکھ سکتے لیکن اگر مائیکروسکوپ سے دیکھیں تو وہ صاف نظر آتے ہیں۔ بلکہ آج کل کئی کیپسول ایسے ہیں کہ اگر آپ انہیں کھول کر میز پر رکھیں تو وہ آپ کو ایک پاؤڈر کی شکل میں نظر آئیں گے۔ مگر مائیکروسکوپ سے دیکھیں تو وہ چھوٹے چھوٹے جراثیم نظر آئیں گے جو حرکت کر رہے ہوں گے، ظاہر کی آنکھ سمجھتی ہے کہ یہ پاؤڈر ہے لیکن مائیکروسکوپ کی آنکھ بتاتی ہے کہ وہ زندہ جراثیم ہیں جو حرکت کر رہے ہیں۔ پس انسان کی بینائی

کامل نہیں، دیکھتی ہے خاص حدود و قیود میں دیکھتی ہے اس سے اوپر نیچے نہیں دیکھتی۔ پس ثابت ہوا انسان کا دیکھنا کامل نہیں بلکہ ناقص ہے۔

دیکھئے نقب زنی سے بچنے کے لئے جو آلارم لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ان کے ایک طرف ٹرانسمیٹر ہوتا ہے دوسری طرف ریسیور ہوتا ہے درمیان میں سے شعاعیں پار ہو رہی ہوتی ہیں۔لیکن عام آدمی اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ جب چور گزرتا ہے اور وہ شعاعیں کٹ جاتی ہیں تو فوراً الارم بج جاتا ہے اور چور پکڑا جاتا ہے۔تاہم اس کو ظاہر آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ چند مثالیں اسی لئے دیں کہ واضح ہو جائے کہ انسان کا دیکھنا ناقص ہے۔

انسان کا سننا ناقص ہے:۔

انسان کی سماعت پر غور کیجئے۔ ہم بعض چیزوں کی آواز سنتے ہیں مگر ہر آواز نہیں سن سکتے۔ دیکھئے آج اتنی ترقی کے باوجود مختلف لیبارٹریز میں زلزلہ کو معلوم کرنے کے لئے کتے اور بلیاں پالے جاتے ہیں۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ زلزلہ آنے سے بہت پہلے کچھ آوازیں زمین میں سے نکلنی شروع ہو جاتی ہیں جن کو انسان **Feel** (محسوس) نہیں کر سکتا مگر جانور ان کو محسوس کرتے ہیں۔ جانور اچھلنا کودنا شروع کر دیتے ہیں اور اشارہ ہو جاتا ہے کہ کوئی زلزلہ آنے والا ہے۔ جو آوازیں انسان نہیں سن سکتا وہ جانور سنتے ہیں، اتنی معمولی آواز جانور سن لیتے ہیں مگر ہم نہیں سن سکتے۔ ہمارا اپنا سننے کا ایک فریکونسی بینڈ ہے اس بینڈ کے اندر اندر آواز ہوگی تو ہم سنیں گے ورنہ نہیں سنیں گے۔

اسی طرح کئی اور آوازیں انسان نہیں سن سکتے مثلاً چوہوں کے لئے آج کل ایک **Electronic Instrument** (آلہ برقیاتی) بنایا گیا ہے جس کا نام **Bye Bye Rat** رکھا گیا ہے۔ یہ **Bye Bye Rat** ایک **Sound System** آوازوں کا نظام ہے۔ برقیاتی آواز کو وہ ایک ایسی **Frequency**

سے نکالتے ہیں یا پھینکتے ہیں کہ اگر عام انسان اس جگہ کھڑا ہو تو اسے کوئی پتہ نہیں چلتا کہ یہ کیا ہے مگر چوہے کے دماغ پر وہ آواز اس طرح پڑ رہی ہوئی ہے جیسے ہتھوڑے پڑ رہے ہوں۔تھوڑی دیر میں اس جگہ سے چوہے بھاگ جاتے ہیں یہ **Rat Expellrer** بنایا گیا ہے۔اب دیکھئے ہم اس اواز کو نہیں سن سکتے مگر چوہا سن سکتا ہے اور اس کیلئے اس جگے پر رہنا مصیبت بن جاتا ہے حتی کہ وہ وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔معلوم ہوا کہ انسان ہر آواز نہیں سن سکتا اس کا ایک بینڈ ہے جیسے ریڈیو کے بینڈ ہوتے ہیں مثلاً یہ شارٹ ویوز ہے، یہ میڈیم ویوز ہے،اب اگر ہم **Short Waves** شارٹ ویوز پر ریڈیو کو آن کریں تو وہ شارٹ ویوز کو تو رسیو کرتا ہے۔مگر میڈیم ویوز کو ریسیو نہیں کرسکتا اور اگر میڈیم ویوز پر اس کو سیٹ کریں تو وہ شارٹ ویوز کو ریسیو نہیں کرسکتا۔اس طرح ہماری سماعت کا، بصارت کا ایک بینڈ ہے اس بینڈ کے اندر تو ہم فنکشن (عمل کام) کرسکتے ہیں اس سے آگے نہیں کرسکتے بتانے کا مقصد یہ تھا کہ انسان اپنے ذہن میں جو معلومات اکٹھی کرتا ہے تو وہ ان ذرائع سے حاصل کرتا ہے جب یہ ذرائع علم ہی ضعیف اور کمزور ہیں تو ان سے ملنے والی معلومات بھی کمزور ہوں گی۔

زندگی گزارنے کے دو راستے ہیں:۔

زندگی گزارنے کے دو راستے ہیں۔اپنے تجربات اور مشاہدات پر زندگی بسر کرنا اور اپنے خالق و مالک کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنا۔کہ ہم پہلے یہ تجزیہ کر چکے ہیں کہ جس طرح انسان کے یہ ذرائع علم کمزور اور ضعیف ہیں اسی طرح اس کے تجربات بھی کمزور اور ضعیف ہیں۔اپنے تجربات کو بنیاد بنانے کی بجائے جو انسان اللہ رب العزت کے احکام کو بنیاد بنائے گا وہ یقیناً کامیاب ہوگا۔مثلاً اگر کوئی انجینئر کسی مشین کو بنائے تو وہی بہتر جانتا ہے کہ یہ مشین کیسے بہتر کام کرے گی۔عام طور پر باہر کے ملک سے کوئی مشین امپورٹ کی جائے تو وہ لوگ مشین بھی بھیجتے ہیں۔مشین کے ساتھ انجینئر بھی بھیجتے ہیں اور

ایک کتابچہ بھی بھیجتے ہیں۔ وہ انجینئر آتا ہے اور مشین کو لگاتا ہے پھر مشین کو چلاتا ہے پھر وہ مقامی لوگوں کو ٹریننگ دیتا ہے کہ جس طرح میں کام کر رہا ہوں اگر میرے بعد اسی طرح تم نے کیا تو تم کامیاب ہو گے۔ اگر اس میں کوتاہی کی تو ناکام ہو گے اور اگر کہیں اٹک جاؤ تو یہ رہنما کتابچہ ہے اس کو پڑھ لینا اس مشین کے بارے میں ساری باتیں اس کے اندر لکھی ہوئی ہیں، یہ کہہ کر وہ چلا جاتا ہے۔ اگر اس مثال کو مسلمان اپنے ذہن میں رکھیں تو حقیقت زندگی کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی مشین کو بنایا اور انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ ان میں سے آخر میں حضور ﷺ تشریف لائے آپ ﷺ انسانوں کے انجینئر بن کر آئے اور آپ ﷺ پر قرآن پاک یعنی انسانوں کی زندگی کے لئے کتاب رشد و ہدایت نازل ہوئی۔

آپ ﷺ نے اس کے مطابق زندگی گزاری اور صحابہؓ سے کہا......اے لوگو! جس طرح میں زندگی گزار رہا ہوں اگر تم اس طرح زندگی گزارو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے پیچھے یہ Instruction Book (ہدایت کی کتاب) چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم اس کے مطابق زندگی گزارو گے تو کامیاب ہو گے۔ اور واقعی صحیح بات ہے کہ قرآن پاک صداقتوں کا مجموعہ، حقیقتوں کا خزانہ ہے جو کہ آج ہمارے پاس موجود ہے۔ جبکہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہمارے لئے مینارہ نور ہے۔

علم کی اہمیت:۔

دین اسلام میں علم حاصل کرنے کی بڑی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ اتنی اہمیت کبھی کسی نے بیان نہیں کی۔ چودہ سو سال پہلے جب عرب کے لوگ وحشی اور جاہل مشہور تھے۔ قیصر و کسریٰ ان پر حکومت کرنا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ مشہور مؤرخ گبن اپنی کتاب میں لکھتا ہے......

At that time Arabia was the most degraded

nation of the world.

اس وقت عرب دنیا کی ذلیل ترین اور حقیر ترین قوم تھے۔

ان لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا اور نبی اکرم ﷺ نے انہیں دعوت الی اللہ دی۔ آپ ﷺ نے اس جاہل قوم کو علم کے بارے میں فضائل سنائے۔ فرمایا،

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ

(علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے)

پھر فرمایا،

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ

(تم علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک)

امام غزالی کا قول ہے کہ:

"علماء کے قلموں کی سیاہی شہیدوں کے خون سے بھی زیادہ قیمتی ہوا کرتی"

اب بتائیے علم کی اتنی اہمیت کوئی بتا سکتا ہے۔ ایک کتاب پاکستان میں بہت مشہور ہوئی جس کا نام تھا

A ranking of the most influential personalities of the history.

(تاریخ میں سب سے زیادہ متاثر کن شخصیتوں کی درجہ بندی)

جسے مائیکل ہارٹ نے لکھا اور وہ عیسائی تھا۔ اس نے اپنے زعم میں تاریخ میں جتنے نامور حضرات گزرے ہیں ان کی درجہ بندی کی ہے۔ اس درجہ بندی میں اس نے سب سے پہلے رسول اللہ A کا نام لکھا......اور وہ ابتدائی جملہ بڑا عجیب لکھتا ہے کہ......

My choice of Muhammad to lead the ranking of the most influential personalities in history will surprise some of the readers.

(بعض پڑھنے والے حیران ہوں گے۔ کہ محمد عربی ﷺ کو تاریخ کی سب سے زیادہ اثر انداز شخصیتوں پر کیوں فوقیت دی؟)

میں نے انہیں سب سے پہلے کیوں لکھا۔ اس کے لئے دلیل بڑی پیاری دیتا ہے۔ لکھتا ہے کہ دنیا میں جتنے بھی نامور لوگ آئے اگر ان کی زندگیوں کے حالات کا آپ مطالعہ کریں تو وہ اپنے لڑکپن، جوانی کے دور میں اپنے وقت کے بہترین تعلیمی اداروں میں کسی استاد کے پاس تعلیم پاتے نظر آتے ہیں۔ نیوٹن اتنا بڑا سائنس دان مگر اپنے وقت کے استادوں کے پاس تعلیم پاتا نظر آتا ہے، تو یہ لوگ اپنے وقت کی بہترین یونیورسٹیز میں، بہترین کالجز میں اور بہترین اداروں میں تعلیم پاتے نظر آتے ہیں مگر ایک ہستی پوری کائنات میں ایسی ہے جو پوری زندگی شاگرد بن کر کسی استاد کے سامنے بیٹھی نظر نہیں آتی پھر اس نے انسانیت کو زیور علم سے آراستہ کیا، اس حقیقت نے مجھے مجبور کر دیا کہ اس درجہ بندی میں اسے سب سے پہلے لکھوں۔ واقعی اس بات میں کوئی شک نہیں۔ دیکھئے! ایک موٹی سی بات پر غور کریں کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں خطہ عرب سے باہر قدم نہیں رکھا۔ لڑکپن میں تو تجارت کے لئے تشریف لے گئے تھے لیکن نبوت کے بعد آپ ﷺ نے بلاد عرب سے باہر قدم نہیں رکھا اور آپ ا کے زمانہ نبوت میں آپ ﷺ کے صحابہ ؓ آپ ﷺ ہی کے گرد متوجہ رہے۔ کوئی ان میں سے قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کے پاس Management (نظم و نسق) کا کورس کرنے نہیں گیا۔ اکنامکس کا کورس کرنے نہیں گیا۔ آپ A بھی وہیں رہے۔ صحابہ ؓ بھی آپ ﷺ کے پاس رہے۔ اس کے بعد ان صحابہ ؓ کے اندر ایسی

صفات آ گئیں، ایسے کمالات آ گئے کہ انہوں نے قیصر وکسریٰ کا تاج چھینا اور اتنی بڑی سلطنت کو انہوں نے شکست فاش دی۔ دنیا کو انہوں نے جہانبانی اور جہانگیری سکھائی۔ یہ سب کچھ انہوں نے کہاں سے سیکھا تھا۔ یہ وحی کے ذریعے اللہ نے اپنے محبوب کو سکھایا تھا اور صحابہ ؓ کرام نے ان تعلیمات کو اپنے پلے باندھ لیا تھا۔

عجیب واقعہ:۔

معزز سامعین! علم کے بارے میں جتنی اہمیت رسول اللہ ﷺ نے بتلائی ہے یقین جانئے اتنی اہمیت کسی اور نے نہیں بتائی۔ ہم ایک دفعہ کورس کر رہے تھے اس کا موضوع تھا Effective Manager اور انگلینڈ کے Mr. Borrodi اس کورس کے ٹیچر تھے جو ایک ہی وقت میں کئی یونیورسٹیز میں Visting پروفیسر تھے، کیلیفورنیا کی یونیورسٹی، انگلینڈ یونیورسٹی، جرمنی کی یونیورسٹی اور ہالینڈ کی یونیورسٹی، اتنا قابل اور ماہر بندہ ہمیں لیکچر دے رہا تھا۔ لیکچر کے دوران انہوں نے علم کے بارے میں بات کی اور بات کرتے کرتے کہنے لگے کہ ہمارے سائنس دانوں نے آج یہ بات محسوس کی ہے کہ آدمی کو صرف طالب علمی میں ہی نہیں پڑھنا پڑتا ہے۔ بلکہ اپنے Profession (پیشہ) میں بھی آ کر پڑھنا پڑتا ہے گویا ساری زندگی پڑھنا پڑتا ہے۔ اس نے یہ بات بڑے نخرے سے کی جیسے کوئی بڑی ریسرچ والی بات کی ہو۔ جب اس نے یہ بات کی تو میں کھڑا ہوا۔ میں نے کہا کہ میں تمہیں اپنے آقا رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنا دوں۔ اس نے کہا ضرور سناؤ۔ میں نے یہ حدیث سنائی کہ علم حاصل کرو پنگھوڑے سے لے کر قبر میں جانے تک۔ جب میں نے یہ حدیث سنائی یقین کیجئے کہ اس نے لیکچر موقوف کیا اپنا بریف کیس کھولا اپنی ڈائری نکالی مجھے کہتا ہے کہ آپ یہ حدیث مجھے لکھوا دیں۔ میں آئندہ اپنے لیکچر میں یہ حدیث پڑھ کر لوگوں کو سنایا کروں گا۔ کہ چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کے نبی اکرم ﷺ نے علم کی اتنی اہمیت بتلائی

ہے۔سبحان اللہ

علم کیسے حاصل ہوگا؟

اب یہ علم کیسے حاصل ہوگا اس کے لئے محنت کرنی پڑے گی۔عربی کا مقولہ ہے کہ

مَنْ طَلَبَ فَقَدْ وَجَدَ (جس نے طلب کیا پس بے شک اس نے پالیا)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ○ (النجم:-39) انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

ہم اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں یا اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی بگاڑتے ہیں یہ پکی بات ہے محنت ایسی مٹھاس ہے کہ زندگی میں اس کو جتنا داخل کرتے چلے جائیں گے زندگی اتنی شیریں ہوتی چلی جائے گی۔

امام شافعیؒ کا واقعہ:۔

ہمارے سلف صالحین نے اپنی زندگیوں میں اتنی محنت کی کہ آج عوام الناس ان واقعات کو سن کر حیران رہ جاتے ہیں۔آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ امام شافعیؒ تیرہ سال کی عمر میں امام شافعیؒ بن چکے تھے۔تیرہ سال کی عمر میں قرآن اور حدیث کے علوم کو حاصل کر چکے تھے اور درس قرآن دینا شروع کر دیا تھا۔یہ ان کی محنت تھی، یہ ان کا شوق تھا کہ اتنی کم عمری میں انہوں نے علم کے بڑے سمندر بھی عبور کر لئے تھے۔

محمد بن قاسمؒ کا واقعہ:۔

محمد بن قاسمؒ کی عمر کیا تھی، ۱۷ سال۔آج سترہ سال کے بچے کو گھر کا سربراہ بنادیں تو وہ گھر کو ٹھیک طرح

سے نہیں چلا سکتا اور وہ سترہ سال کا بچہ کمانڈر انچیف بنا ہوا ہے اور فوج کو لے کر جا رہا ہے کہاں ......؟ جہاں راجہ داہر کی منظّم حکومت تھی۔ میں نے سندھ میں وہ میدان دیکھا جہاں راجہ داہر اور محمد بن قاسمؒ کی لڑائی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی وسعتوں کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا، اس وقت میری عجیب کیفیت تھی، میں نے کہا کہ یہ نوجوان کہاں سے چلا۔ اس کے ساتھ کوئی تربیت یافتہ فوج نہیں تھی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے بلکہ حجاج بن یوسف نے اسے بلا کر کہہ دیا کہ میری فوج مختلف محاذوں پر مصروف کار ہے۔ مگر مجھے یہ بات پہنچائی گئی ہے کہ ہماری کچھ عورتیں آ رہی تھیں۔ راجہ داہر کے ڈاکوؤں نے قافلے کو لوٹ لیا ایک لڑکی نے کہا، مجھے بچاؤ...... مجھے بچاؤ...... چنانچہ محمد بن قاسمؒ نے Corner Meetings کیں نوجوانوں کو اکٹھا کیا۔ یہ پروفیشنل فوجی نہیں تھے، یہ ایمان و جذبہ کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ وہ نوجوان اکٹھے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ محمد بن قاسمؒ کے ذہن میں یہ بات اتنی سمائی ہوئی تھی کہ وہ بیٹھے بیٹھے چونک اٹھتا تھا اور کہتا تھا لبیک یا اختی، لبیک یا اختی میری بہن میں حاضر ہوں۔ میری بہن میں حاضر ہوں۔ یہ چند نوجوانوں کی جماعت وہاں پہنچی اور راجہ داہر کی لوہے میں ڈوبی ہوئی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔ پھر یہی نہیں کہ اس کو کنٹرول کر لیا بلکہ اس کو فتح کر کے اپنی سیکنڈ لائن کے ہاتھ میں اس کی کمانڈ دے دی۔ خود آگے مارچ کیا۔ خود کنٹرول کرنا کچھ اور چیز ہوتی ہے۔ مگر اتنا Confidence (خود اعتمادی) ہونا کہ اس کو اپنی سیکنڈ لائن کے حوالے کر دیا اور پھر آگے چلتے چلتے سندھ سے لے کر ملتان تک اسلام کا پھریرا لہراتا رہا۔

کامیاب زندگی:۔

آج ہمارے نوجوانوں کے اندر اگر یہ شوق ترقی کر جائے تو میرے دوستو! دنیا کی کوئی طاقت ہماری طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم محنت کو اپنائیں۔ تن آسانی کی

زندگی کامیاب زندگی نہیں ہے۔ کامیاب زندگی ہمیشہ محنت، لگن اور مجاہدے کی زندگی ہوا کرتی ہے۔

حضرت عبداللہؒ بن مبارک کا واقعہ:۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کے پاس حدیث کا علم سیکھنے کے لئے اتنا بڑا مجمع ہوتا تھا کہ ایک دفعہ دواتوں کی تعداد کو گنا گیا تو وہ چالیس ہزار نکلیں۔ اس دور میں لاؤڈ سپیکر تو ہوتے نہیں تھے وہ حدیث سناتے تو بعض لوگ نماز کے مکبر کی مانند ان کے الفاظ کو اونچی آواز سے دہرا دیتے تاکہ پورے مجمع تک آواز پہنچ جائے ان مکبر حضرات کی تعداد ۱۲۰۰ ہوا کرتی تھی۔ پورا مجمع کتنا بڑا ہوگا؟ اتنے بڑے بڑے مجمع کے اندر بیٹھ کر حدیث کا علم پڑھایا۔

ایک محدث کا واقعہ:۔

ایک محدث کے حالات زندگی میں لکھا ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں لکھیں کہ اگر ان کے پیدا ہونے کے دن سے لے کر ان کے مرنے کے دن تک اگر سارے دنوں کو گن لیا جائے اور جتنی کتابیں لکھیں ہیں ان کے صفحوں کو گن لیا جائے تو ہر دن کے اندر دس صفحات بنتے ہیں یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک کے پورے دن گن لئے جائیں کہ اتنے ہزار دن زندہ رہے اور اتنے انہوں نے صفحات لکھے اور آپس میں انہیں تقسیم کیا جائے تو ہر دن کے اندر اوسطاً دس صفحات بنتے ہیں۔ اب بارہ تیرہ سال تو علم حاصل کرنے میں ہی گزرے ہوں گے اگر وہ نکال دیں تو یہ دس کی بجائے بھی بیس ہو جائیں گے۔ بیس صفحات کا ایک دن میں ہمارے لئے سمجھ کر پڑھنا مشکل ہوتا ہے چہ جائیکہ اسے نئے سرے سے ترتیب کر لیا جائے جو لوگ تصنیف و تالیف کرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ایک دن میں ایک صفحہ لکھنا بھی آسان کام نہیں ہوتا انہوں نے کتنی محنت کی ہوگی۔

متفرق واقعات:۔

☆ دور اسلام کا مشہور سیاح ابن موقلؒ اٹھائیس سال تک سیاحت کرتا رہا۔ آج اس کو "صَاحِبُ الْمَسَالِكِ وَ الْمَمَالِكِ وَالْمَغَادِرِ وَالْمَهَالِكِ" کہتے ہیں۔

☆ حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانیؒ صاحب معاجم ثلاثہ طلب حدیث میں ۳۳ سال گھومے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا۔

☆ ابوحاتم رازیؒ نے خود بیان کیا کہ تحصیل علم حدیث کیلئے نو ہزار میل پیادہ چلے۔

☆ ابن مقریؒ نے ایک کتاب کا نسخہ حاصل کرنے کے لئے، ۸۴۰ میل کا سفر پیادہ طے کیا۔

☆ حافظ ابوعبداللہ اصفہانی نے طلب حدیث کے لئے ۱۲۰ مقامات کا سفر کیا۔

☆ امام ادب سیبویہؒ ابتداء میں حماد بن سلمہؒ کے شاگرد تھے۔ استاد نے کہا لیس ابا الدردا شاگرد نے لکھا لیس ابوالدردا استاد نے غلطی پر گرفت کی۔ سیبویہؒ نے علم النحو پڑھنے کے لئے اتنی محنت کی کہ آج ہر طالب علم ان کا نام لے کر نحوی بنتا ہے۔

☆ علامہ ابن جوزیؒ نے ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے اپنی انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ ان کی وصیت کے مطابق قلموں کے تراشے سے غسل آخرت کا پانی گرم کیا گیا۔

☆ ابراہیم حربیؒ پچاس سال تک امام ادب ثعلبؒ کی ہر محفل نعت و ادب میں حاضر رہے۔

☆ امام رازیؒ نے ایک مرتبہ کہا

وَ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَاَسَّفُ فِی الْفَوَاتِ عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْعِلْمِهٖ فِیْ وَقْتِ الْاَكْلِ فَاِنَّ الْوَقْتَ وَالزَّمَانَ عَزِیْزٌ

(اللہ کی قسم! مجھے کھانے پینے کے وقت میں مشاغل علمی کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ وقت بہت

قیمتی اور عزیز ہے)

☆ امام غزالیؒ کی تعلیقات جو انہوں نے ابونصر اسمٰعیل سے لکھی تھیں لٹ گئیں۔ آپ نے ڈاکوؤں کے سردار سے واپس مانگیں۔ وہ ہنس پڑا کہ لڑکے تم نے خاک پڑھا کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے ہو گئے۔ تعلیقات تو مل گئیں مگر امام غزالیؒ نے مسائل کو زبانی یاد کرنا شروع کر دیا حتی کہ تین سال میں حافظ بن گئے۔

☆ قرطبیؒ سے منقول ہے کہ امام شاطبیؒ نے جب قصیدہ شاطبیہ لکھا تو اسے ساتھ لے کر بیت اللہ شریف کے بارہ ہزار طواف کئے جبکہ ہر طواف کے سات چکر تھے اور دو رکعت واجب طواف پڑھیں۔ جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو کہتے

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ (الزمر:46)

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الْعَظِيْمِ اِنْفَعْ بِهَا كُلَّ مَنْ قَرَءَهَا

سائنس دانوں کی محنت کے واقعات

نیوٹن کا واقعہ:۔

دنیا میں جس کسی نے شہرت و ناموری حاصل کی اس نے محنت کی۔ چاہے دین میں کوئی اوپر پہنچا یا علوم دنیا میں کوئی اوپر پہنچا۔ محنت ان کو کرنی پڑی۔ نیوٹن کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے ایک مسودہ تحقیقی مضمون لکھا اور وہ رکھ کر لیٹرین میں چلا گیا۔ پیچھے چراغ جل رہا تھا تو اس کا کتا جس کا نام اس نے ٹونی رکھا ہوا تھا۔ اندر آیا اور اس نے چھلانگ لگائی تو چراغ کاغذوں کے اوپر گرا اور پورے کے پورے کاغذ جل گئے۔ جب یہ واپس آیا اور اس نے دیکھا کہ پورے کا پورا مضمون جل کر راکھ بن گیا تو اس نے

صرف اتنا کہا کہ ”ٹونی تو نے میرا کام بہت بڑھا دیا“ اس کے بعد دوبارہ اسے لکھا۔ واقعی دھن اور دھیان بڑی نعمت ہے جس کو نصیب ہو جائے۔

آئن سٹائن کا واقعہ:۔

دنیا کے مشہور سائنس دان آئن سٹائن کے بارے میں لکھا ہے کہ بچپن میں جب سکول پڑھنے جاتا تھا تو اس کو پیسوں کا حساب نہیں آتا تھا۔ وہ اکثر اوقات کنڈ یکٹر سے لڑتا تھا کہ تو نے اتنے پیسے لینے تھے اور اتنے واپس کرنے تھے، جب حساب کیا جاتا تو کنڈ یکٹر ٹھیک ہوتا۔ جب دو چار مرتبہ ایسا ہوا تو ایک مرتبہ کنڈ یکٹر نے کہہ دیا تو بھی کیا زندگی گزارے گا تجھے تو جمع تفریق نہیں آتی۔ وہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی تو کہنے لگا اچھا میں حساب پڑھوں گا اب اس نے Mathematics پر محنت کرنا شروع کر دی۔ محنت کرتے کرتے ایک وقت وہ بھی آیا کہ اس نے Theory of Relativity کا نظریہ پیش کر کے دنیا کی سائنس میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ سچ ہے کہ محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔

بورڈ میں سیکنڈ آنے والے لڑکے کا واقعہ:۔

ایک نوجوان نے میٹرک کا امتحان دیا اور وہ اچھے نمبروں میں کامیاب ہوا۔ اس کے والد اور والدہ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے۔ اس کا والد بیمار بھی تھا کمزور بھی تھا اور کام بھی نہیں کر سکتا تھا، بچے نے کہا کالج میں داخلہ دلوا دیں باپ نے کہا کہ ہم تو نان شبینہ کو ترستے ہیں۔ بیٹا تو دکان بنا تا کہ کچھ ہمارے لئے کچھ کھانے پینے کا بندوبست ہو۔ باپ نے تین ہزار روپے سے اس کے لئے اپنے گھر کی بیٹھک میں ایک کریانے کی دکان بنائی وہ بیچارہ سکول میں فرسٹ آنے والا بچہ کریانے کی دوکان چلانے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ اسے پڑھنے کا شوق تھا اس نے F.Sc (ایف، ایس، سی) کی کتابیں لے لیں اور چوری چھپے پڑھنی شروع کر دیں والد کو پتہ نہیں ہے، والدہ کو پتہ نہیں ہے، لڑکا فارغ وقت میں دکان پر کتاب پڑھتا

جب کوئی گاہک آتا تو اسے سودا دے دیتا۔ خیر اس نے F.Sc کی فزکس، کیمسٹری اور میتھ کی ساری کتابیں پرائیویٹ خود پڑھ لیں کہیں کہیں اٹکنے لگا تو اس نے ایک پروفیسر صاحب سے کہا کہ میں پڑھنا چاہتا ہوں مجھے پریکٹیکل بھی کرنے ہیں آپ میری مدد کریں۔ پروفیسر صاحب نے کہا کہ میں پریکٹیکل کرواتا ہوں مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے، مجھے تو خوشی ہوگی۔ اب دیکھو اس بچے نے کتنی عقلمندی کا مظاہرہ کیا کہ جس دن پریکٹیکل ہوتا اپنے سودا لانے کا دن وہی مقرر کرتا اور چار دن پہلے والد کو کہتا کہ میں نے فلاں دن سودا لانا ہے، والد کہتا بہت اچھا۔ اس دن یہ لڑکا پیسے لیتا اور بازار میں جاتا اور ایک بہت ہی دیندار، پرہیزگار آدمی کو لسٹ دیتا کہ یہ سودا نکال کر رکھو میں ابھی آتا ہوں۔ جتنی دیر میں دکاندار سودا نکالتا یہ لڑکا اس وقت کالج میں جا کر پریکٹیکل کر کے واپس آتا اور سودا اٹھا کر گھر آتا۔ باپ کو پتہ نہ چلتا کہ بیٹا صرف سودا لے کر آیا ہے یا سودے کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل بھی کر کے آیا ہے۔ حتیٰ کہ امتحان شروع ہوگیا امتحان بھی اس نے سودے کی آڑ میں دے دیا۔ F.Sc کا پرائیویٹ امتحان دیا۔ آپ یقین کریں کہ یہ لڑکا امتحان دینے کے بعد لاہور بورڈ میں سیکنڈ آیا۔ جب اخبار میں خبر آئی تو محلے والے اس کے والد کو مبارک باد دینے لگے، باپ کہتا ہے کہ میرا بیٹا تو پڑھتا ہی نہیں وہ تو دکانداری کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں تیرا بیٹا بورڈ میں سیکنڈ آیا ہے اور والد صاحب کہتے ہیں کہ میرا بیٹا تو پڑھتا ہی نہیں۔ حتیٰ کہ لوگوں نے تسلی دلائی کہ معاملہ یوں تھا۔ پھر کچھ لوگوں نے مل ملا کر چند ایک صاحب حیثیت لوگوں کو صورت حال بتائی اور ان کو کہا کہ اگر آپ اپنی طرف سے کوئی سکالرشپ دے دیں تو لڑکا بھی پڑھ جائے گا اور والدین کو بھی کچھ مل جائے گا۔ چنانچہ اس کے لئے دو تین ہزار روپے کا بندوبست کیا، اس سکالرشپ میں سے کچھ تو اس کے ماں باپ کو دیا کہ آپ یہ لیں اور مزے سے بیٹھ کر کھائیں لڑکے کو یونیورسٹی میں داخل کرائیں۔ تاکہ یہ وہاں سے انجینئرنگ میں کورس کر سکے۔ اس نے انجینئرنگ

یونیورسٹی لاہور میں داخلہ لے لیا، سول انجینئرنگ میں کورس کیا، آج وہ لڑکا ایکسئین لگا ہوا ہے۔ گاڑی اس کو ملی ہوئی ہے، کوٹھی اس کو ملی ہوئی ہے، اس کے ماں باپ اس کوٹھی میں رہتے ہیں یہ سچا واقعہ ہے۔ اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ جب انسان دل میں مصمم ارادہ کر لیتا ہے تو وہ کام کر گزرتا ہے۔ سچ ہے کہ خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔

لیڈی ڈاکٹر کا واقعہ:۔

ہمارے کالج میں اسلامیات کے ایک پروفیسر تھے ان کی بیٹی نے میٹرک کا امتحان اچھے نمبروں سے پاس کر لیا۔ بیٹی کے دل میں شوق تھا کہ لیڈی ڈاکٹر بنوں۔ والد نے کہا کہ کالج میں مخلوط تعلیم ہے میں پسند نہیں کرتا کہ میری بیٹی بھی وہیں پڑھے۔ جھنگ میں اس وقت لڑکیوں کا سائنس کالج نہیں تھا فقط آرٹس کا تھا، سائنس کی کلاسز نہیں تھیں۔ اس لڑکی نے کہا کہ ابو میں پڑھنا چاہتی ہوں۔ باپ نے کہا کہ اگر پرائیویٹ پڑھ سکتی ہو تو پڑھ لو۔ چنانچہ باپ نے میڈیکل کی ساری کتابیں بیٹی کو لے کر دے دیں اور اس کی بیٹی نے پرائیویٹ امتحان کی تیاری شروع کر دی۔ درمیان میں اسے کہیں کہیں مشکلات پیش آئیں۔ تو اس نے کہا کہ ابو مجھے فلاں چیز نہیں آتی کسی پروفیسر سے کہیں کہ مجھے سمجھا دیں۔ ابو نے کہا کہ میں تو اچھا نہیں سمجھتا کہ کوئی پروفیسر آپ کو پڑھائے، اس لڑکی نے کہا کہ ابو آپ مجھے سمجھا دیں۔ آپ اندازہ کیجئے کہ وہ اسلامیات کے پروفیسر اپنی بیٹی سے میڈیکل کے پرابلم سمجھتے اور کالج میں جا کر کالج کے پروفیسرز سے پوچھتے کہ ان کا جواب کیا ہے؟ اب اسلامیات کے پروفیسر سمجھتے کیا ہوں گے؟ سوال کو کیا سمجھتے ہوں گے جواب کو کیا سمجھتے ہوں گے؟ لیکن جو تھوڑا بہت وہ Hints (اشارات) وہاں سے لے کر آتے وہ آ کر بیٹی کو دیتے۔ بیٹی اس سے پک اپ کر لیتی کہ حتی کہ بیٹی نے تیاری کی، میڈیکل کا پرائیویٹ امتحان دیا۔ حتی کہ اس کے اتنے نمبر آ گئے کہ اس نے لاہور میں فاطمہ جناح میڈیکل کالج میں

داخلہ لے لیا جو کہ لڑکیوں کا کالج ہے، بعد میں وہ لڑکی لیڈی ڈاکٹر بن گئی۔

نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام کا واقعہ:۔

میں آپ کو اور ایسی بات سنا دوں مجھے یقین ہے کہ آپ نے پہلے نہیں سنی ہوگی مجھے ایک مرتبہ کالج کے پرنسپل کی طرف سے خط ملا کہ فلاں تاریخ کو ہم نے ایک فنکشن کرنا ہے اور آپ کو اس میں رول آف آنر پیش کرنا ہے۔ اس رول آف آنر کو پیش کرنے کے لئے ہم نے ملک کے ایک نامور سائنس دان عبدالسلام خورشید کو بلایا ہے۔ (جو اگرچہ غیر مسلم ہے لیکن پاکستانی ہے اس کو کینیڈا سے بلوایا گیا) میں اس وقت یونیورسٹی سے چھٹی لے کر کالج پہنچا۔ بہت بڑا فنکشن تھا پرنسپل نے کہا کہ اس بچے نے میرے کالج کا بہت اچھا ریکارڈ بنایا ہے، میں اس کے لئے فنکشن بھی شایان شان کروں گا۔ چنانچہ اس نے عبدالسلام خورشید (نوبل پرائز ونر) کو کالج میں بلایا۔ وہ بھی اسی کالج سے پڑھے جس سے میں پڑھا۔ خیر عبدالسلام خورشید نے مجھے رول آف آنر پیش کیا اس کے بعد چائے کی پارٹی میں اکٹھے ہوئے آپس میں بات چیت ہوئی۔ ہمارے ایک پروفیسر نے عبدالسلام خورشید سے پوچھ لیا کہ آپ نوبل پرائز ونر کیسے بنے؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں بہت محنتی ہوں۔ اس پروفیسر نے کہا کہ سائنس سٹوڈنٹس تو سارے ہوتے ہی محنتی ہیں، سارے ہی پڑھاکو ہوتے ہیں، سارے ہی کتابی کیڑے ہوتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں میں زیادہ محنتی ہوں۔ اس پروفیسر نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب وہ کونسی محنت ہے جو دوسرے لڑکے نہیں کرتے، سب سائنس پڑھنے والے لڑکے بڑے ذہین ہوتے ہیں بڑی محنت کرتے ہیں لیکن نوبل پرائز ونر تو نہیں بنتے۔ ڈاکٹر نے کہا کہ نہیں میں بڑا محنتی ہوں پھر کہا میں ذہین اتنا نہیں ہوں محنتی زیادہ ہوں۔

پروفیسر نے کہا کہ نہیں نہیں آپ ذہین زیادہ ہوں گے۔ اس نے کہا کہ میں کہہ رہا ہوں میں محنتی زیادہ

ہوں۔اس نے بڑی عجیب مثال دی۔ڈاکٹر عبدالسلام خورشید نے کہا کہ میں نے کیمسٹری کی ایک کتاب پڑھی وہ مجھے سمجھ نہیں آئی میں نے پھر پڑھی مجھے سمجھ نہیں آئی میں نے تیسری مرتبہ پڑھی مجھے سمجھ نہیں آئی حتیٰ کہ میں نے اس کتاب کو تریسٹھ (63) مرتبہ پڑھا وہ کتاب مجھے تقریباً حفظ ہوگئی۔اس کی بات سن کر ہم حیران ہوئے کہ ایسا بھی کوئی بندہ ہوسکتا ہے کہ جسے ایک کتاب سمجھ میں نہ آئی تو وہ اس کتاب کو شروع سے لے کر آخر تک تریسٹھ مرتبہ پڑھتا ہے۔واقعی جس کے اندر اتنی محنت کا شوق ہوتو وہ مستحق ہے کہ اسے دنیا میں نوبل پرائز دیا جائے۔

محترم سامعین! میں نے یہ آیت پڑھی تھا کہ" وَ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ○ وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰی ○ (النجم: 40-39) انسان کے لئے وہ کچھ ہے جو وہ محنت کرتا ہے۔سب طلباء اپنی زندگی بنانے کے ابتدائی دور میں ہیں ۔ اس وقت جو محنت آپ کریں گے ۔ معاشرے میں وہی Status (مرتبہ) آپ پائیں گے۔اگر اس موقعہ کو سنہری موقعہ کو آپ گنوا بیٹھے تو میرے دوستو! ساری عمر کلرکی کے دھکے کھائیں گے اس لئے اس موقعہ پر محنت کے عنوان پر میں نے چند باتیں حقیقی مثالوں کے ساتھ آپ کے سامنے عرض کر دی ہیں تا کہ آپ کے ذہن میں یہ بات جاگزیں ہو جائے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کو بنائیں گے یا اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کو بگاڑیں گے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

جو محنت آپ کریں گے وہی بدلہ آپ کو ملے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایک متحرک زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم اپنے لئے اپنے معاشرے کے لئے امت مسلمہ کے لئے پوری دنیا کے لئے کام کر جائیں۔

سوچنے کی بات:۔

ہماری ذات سے لوگوں کو کوئی فائدہ پہنچ جائے تاکہ یہ ہماری نجات آخرت کا ذریعہ بن جائے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ کوڑا کرکٹ، گندگی، پاخانہ اور فضلہ جب خشک ہو جائے تو دیہاتی لوگ اسے کھیت میں ڈالتے ہیں، کہتے ہیں کہ جس کھیت میں یہ ڈال دیا جائے تو یہ زرخیزی کا کام کرتا ہے۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اے انسان! سوچ تو سہی، ہم جسے نجاست گندگی اور فضلہ کہتے ہیں اس کو کسی کھیت میں ڈالا جائے تو وہ کھیتی کو فائدہ پہنچا دیتی ہے ہم اگر اپنے ساتھی کو فائدہ نہ پہنچا سکے تو پھر ہم تو اس سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ ہم نے زندگی گزارنی ہے، اپنی ذات کا فائدہ دیکھیں، اپنے دوست احباب، امت مسلمہ کا، انسانیت کا فائدہ دیکھیں اور انسانیت کو ہم کچھ نہ کچھ دے کر جائیں۔

لانگ فیلو نے ایک عجیب بات کہی۔

Lives of Great men all remind us ,

We can make our life sublime,

And departing leave behind us ,

Foot prints on the sands of time.

بڑے لوگوں کی زندگیاں ہمیں یہ بات یاد دلاتی ہیں،

کہ ہم بھی اپنی زندگی کو روشن بنا سکتے ہیں،

اور دنیا سے جاتے وقت ہم بھی اپنے پیچھے،

وقت کی ریت پر اپنے قدموں کے نشان چھوڑ سکتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ